صحیح حدیث کامتروک العمل ہونا

(اسباب ووجوہ کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ)

☆ڈاکٹر حامد علی علیمی

Abstract

Elm-e-Hadith has always been given special emphasis by the Scholars of Islam as being an authentic source of Shariah. They have laid down such principles from which Sahih Hadith could be easily distinguished from other forms of Hadith. One of the very important questions has been always raised, that whether every Sahih Hadith is practicable for Ummah or not? The answer is simply and logically: "No", for Hadith comprises Saying, Actions, miracles, holy wars and attributes of Prophet Muhammad (May peace and mercy be upon him). The Scholars, in their books, have mentioned such principles, by which, many a time Sahih Hadith becomes impracticable. Here the objective is to scholarly highlight and analyze such principles with examples for such students, who are doing research in different fields of Elm-e-Hadith, and to awake those, who claim today that: "Every Sahih Hadith is practicable".

Key Words: Sahih Hatidh, Amal, practicable,

علمِ حدیث اپنے تنوع کے اعتبار سے ایک نہایت وسیع علم ہے، امام جلال الدین سیوطی شافعی نے "تدریب الراوی" میں "کتاب العجالۃ" کے حوالہ سے تقریباً سو علوم ایسے شمار کرائے ہیں، جن سے علمِ حدیث میں واسطہ ضروری ہے۔[1] مثلاً علم اسماءالرجال، علم الروایہ، علم الدرایہ اور علم ناسخ ومنسوخ وغیرہ، لہٰذا ان تمام علوم میں مہارت کے بعد ہی کوئی شخص علم حدیث کا جامع اور اس علم میں درجہ کمال کو پہنچ سکتا ہے۔ عموماً تقلید کرنے والوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ احادیثِ صحیحہ کی بجائے غیر صحیحہ پر عمل کرتے ہیں، دیکھو بخاری ومسلم وغیرہ صحاح ستہ میں فلاں حدیث یوں آئی ہے، مگر پھر بھی یہ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے' وغیرہ وغیرہ۔ اس کا معقول جواب یہ ہے کہ علمائے

☆ لیکچرار شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ کالج برائے طلبہ، ناظم آباد، کراچی

فن کے مطابق کسی حدیث کا ''صحیح'' ہونا الگ بات ہے اور کسی حدیث پر ''عمل'' کرنا الگ۔ عمل کرنے کے لیے بالاتفاق حدیث کا ''صحیح'' ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ صحیح لغیرہ سے لے کر انتہائی درجہ کی ضعیف روایت، جو موضوع نہ ہو، وہ بھی معمول بہ ہوتی ہے۔ علماءِ فن نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ کبھی 'عمل' صحیح حدیث پر متفرع ہوتا ہے اور کبھی ''صحتِ حدیث'' عمل پر۔[2] پھر معیارِ صحت کے لیے صحابۂ کرام، فقہاء و مجتہدین اور محدثین کرام کے اصول یکساں نہیں، جیسا کہ اہلِ علم پر روشن ہے۔ اس مقالہ میں 'صحتِ حدیث' سے مراد محدثینِ کرام کے اصول کے مطابق کسی حدیث کا صحیح ہونا ہے۔ اس مقالہ میں اُن اسباب وجووہ کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ مع امثلہ کیا گیا ہے۔ جن کے باعث بسا اوقات صحیح حدیث پر عمل ترک کر دیا جاتا ہے۔ اصل مدعا کی طرف چلنے سے پہلے حدیث کا معنی و مفہوم، حدیث کا موضوع، صحیح وغیرہ کی تعریف اور شرائط وغیرہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

حدیث کا معنی و مفہوم:

لغت کی مشہور کتاب قاموس میں ہے:

''الحدیثُ :الجدیدُ والخَبَرُ۔''[3]

یعنی: حدیث کا معنی نیا ہونا اور خبر ہے۔

امام شمس الدین سخاوی لکھتے ہیں:

'' والحديث لغةً ضدّ القديم، واصطلاحاً ما أضيف إلى النبى صلى الله عليه وسلم قولاً له أو فعلاً أو تقريراً أو صفةً، حتى الحركات والسكنات فى اليقظة والمنام فهو أعمّ من السنة وكثيراً ما يقع فى كلام أهل الحديث۔'' [4]

''عربی لغت میں حدیث (نیا ہونا) قدیم (پرانا ہونا) کی ضد ہے، جبکہ اصطلاحاً نبی کریم ﷺ کی جانب کسی قول، فعل، تقریر یا وصف کی نسبت کرنا حدیث کہلاتا ہے، حتیٰ کہ بیداری اور آرام کرتے وقت کی حرکات و سکنات بھی، پس یہ سنت سے عام ہے اور یہ اکثر محدثین کے کلام میں استعمال ہوتا ہے۔''

امام جلال الدین سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

''وأما الحديث فأصله :ضد القديم، وقد استعمل فى قليل الخبر وكثيره؛ لأنه يحدث شيئاً فشيئاً. وقال شيخ الإسلام ابن حجر فى شرح البخارى:المراد بالحديث فى عرف الشرع ما يضاف إلى النبى صلى الله عليه وسلم- وكأنه أريد به مقابلة القرآن لأنه قديم-''[5]

''عربی زبان میں حدیث اصل میں 'قدیم' کی ضد ہے۔ اس کا استعمال خبر کے لیے بھی ہوتا ہے، کم ہو یا زیادہ، اس لیے کہ اس کا ظہور تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی

رحمہ اللہ 'شرح بخاری، میں لکھتے ہیں: عرفِ شرع میں حدیث اس کو کہتے ہیں، جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو، گویا یہ قرآن کریم کے مقابل ہے کہ وہ کلام اللہ ہے (اور قدیم) اور یہ کلام رسول ہے (اور حادث)۔"

حدیث کی تعریف میں کلماتِ علماء کم و بیش ملتے جلتے ہیں، سب کا مفاد یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات یا اوصاف کی حکایت کرنے کا نام حدیث ہے۔ البتہ علامہ عبد العزیز پرہاوری ملتانی نے 'ایام' کا اضافہ بھی کیا ہے، چنانچہ اپنی معرکۃ الآراء کتاب "کوثر النبی وزلال حوضه الروی" میں لکھتے ہیں:

"الحديث كان فى اللغة أوّلاً ضدّ القديم، ثمّ استعملوه بمعنى الكلام، وفى صناعة هذا العلم قول النبى صلى الله عليه وسلم وحكاية فعله أو تقريره أو وصفه أو أيّامه۔" [6]

"لغت میں شروع میں 'حدیث' قدیم کی ضد کو کہا جاتا تھا، پھر اہلِ فن نے اس کا استعمال 'کلام' کے معنی میں کیا۔ البتہ اس علم (علمِ حدیث) کی اصطلاح میں نبی کریم کا قول، فعل، تقریر، وصف یا ایام کی حکایت کرنا حدیث کہلاتا ہے۔"

حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام کے اقوال و افعال کو بھی تبعاً حدیث میں شمار کیا جاتا ہے، بلکہ صحابہ کرام کی تقریرات بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔[7] یہ اُن چیزوں میں ہے، جنہیں عقل و حواس کے ذریعے سے نہیں جانا جاسکتا، مثلاً انبیاء سابقین علیہم السلام کے احوال سے متعلق خبر دینا، مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبر دینا، یا کسی فعل کے ثواب یا عقاب کے بارے میں خبر دینا، جبکہ راوی اسرائیلی روایات سے اخذ کرنے والا نہ ہو۔[8]

فائدہ: تقریر کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں کسی صحابی نے کوئی کام کیا، کچھ کہا یا کسی مسلمان سے متعلق کسی چیز کی خبر آپ ﷺ تک پہنچی، پھر آپ ﷺ نے اُس کام یا بات پر انکار نہیں فرمایا، بلکہ سکوت اختیار فرمایا، گویا سکوت فرما کر اُسے برقرار رکھا اور اجازت عطا فرما دی۔ علماءِ حدیث نے اسے بھی حدیث میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح جو چیزیں احوال سے متعلق ہیں، تو ان میں تفصیل کچھ یوں ہے کہ اگر وہ اختیاری ہیں، تو افعال میں داخل ہیں اور اگر غیر اختیاری ہیں، جیسے حلیہ مبارکہ، واقعاتِ ولادت وغیرہا تو اس سے کوئی حکمِ شرعی ثابت نہیں ہوتا۔ فقہاء کے نزدیک یہ ہی تعریف مشہور ہے اور ان کے فن سے یہ بھی متعلق ہے۔ ہاں علماء حدیث نے مطلق احوال کو بھی حدیث میں شمار کیا ہے کہ یہ ان کے فن کے موافق ہے، لہٰذا آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے تمام پہلو اس میں داخل ہیں۔[9]

حدیث کا موضوع:

حدیث کا موضوع بیان کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

"واعلم أنّ الحديث موضُوعه ذات رَسُول الله ﷺ من حيث إنّه رَسُول الله"۔[10]

”حدیث کا موضوع رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات اس حیثیت سے ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

صحیح حدیث کا معنیٰ و مفہوم:

محدثین کرام کے نزدیک کسی حدیث پر صحیح کا اطلاق اُس وقت ہوتا ہے، جب اُس کی اسناد متصل ہو، تمام راوی عادل اور تام الضبط ہوں، نیز وہ حدیث شاذ ہو اور نہ معلل۔(11)

علماءِ اُصولِ حدیث کا کسی حدیث کو غیر صحیح قرار دینے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ حدیث نعوذ باللہ غلط و باطل ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ اعلیٰ درجہ سے ذرا کم درجہ کی حدیث ہے، جس کی کئی ایک اقسام کُتبِ اُصول میں درج کی گئی ہیں۔ مولانا احمد رضا خان حنفی لکھتے ہیں:

”صحیح اُن (علماءِ فن) کی اِصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے، جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع وعلائق کثیر وبسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور اِن سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت قتیں، ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرمادیتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں یعنی اس درجۂ عُلیا کو نہ پہنچی۔ اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حَسَن کہتے ہیں یہ باآنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حَسَن ہی کیوں کہلاتی! فقط تنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سینکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کُتبِ صحاح بلکہ عندالتحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد واحتجاج کی پُوری لیاقت رکھتی ہے۔ الخ۔(12)

صحیح حدیث کے مضامین اور اُس پر عمل:

احادیث صحیحہ میں عقائد اور حلال وحرام کے علاوہ کئی ایک مضامین آئے ہیں: مثلاً تاریخ، گذشتہ انبیاء ورسل علیہم السلام اور اُن کی اُمتوں کے واقعات کا بیان، معجزات کا بیان، احوال وخصائص مصطفی کریم ﷺ، اشراط یامت، مستقبل میں ہونے والے واقعات وفتن کا بیان، اہوالِ محشر، ملائکہ، حور وغلمان، نعمِ جنت واہوال جہنم وغیرہ کا بیان۔ ہر ذی شعور جانتا ہے کہ ان احادیث صحیحہ کے ہر ہر مضمون پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔

ہم اس تحریر یں صرف اُن احادیثِ صحیحہ پر کلام کریں گے، جن کا تعلق احکام سے ہے، مگر پھر بھی مختلف اسباب ووجوہ کی وجہ سے انھیں تروک العمل بتایا گیا۔ علماء کا کم از کم اس بات پر تو اتفاق ہے، خواہ وہ کسی امام کی تقلید کرتے ہوں یا نہیں، کہ بعض اسباب ووجوہ کے باعث کبھی کبھار صحیح حدیث پر عمل نہیں کیا جاتا، چنانچہ علماءِ اہل حدیث کے مشہور عالم میاں نذیر حسین صاحب دہلوی 'معیار الحق' میں لکھتے ہیں:

"بعض ائمہ کا ترک کرنا بعض احادیث کو فرعِ تحقیق اُن کی ہے، کیونکہ انہوں نے اُن احادیث کو احادیث قابل عمل نہیں سمجھا، بدعوی نسخ یا بدعوی ضعف اور امثال اس کے۔"[13]

علماء کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام سے لے کر ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک کوئی مجتہد ایسا نہیں، جس نے بعض احادیثِ صحیحہ کو مؤول یا مرجوح نہ قرار دیا ہو، یا کسی نہ کسی وجہ سے اُسے متروک العمل ٹھہرایا ہو۔[14] تفصیل کُتبِ اُصول میں دیکھی جا سکتی ہے۔ امام ابن الحاج نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب 'المدخل' میں اس ضمن میں مختلف علماء کے اقوال نقل کیے ہیں، ہم یہاں چند بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔[15]

۱۔ عالمِ مدینہ امام مالک بن انس سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اَلْعَمَلُ اَثْبَتُ مِنَ الْاَحَادِیْثِ- یعنی: عمل، حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے۔

۲۔ اسی طرح امام مالک کے پیروکاروں کا یہ کہنا ہے: اِنَّہ لَضَعِیْفٌ اَنْ یُقَالَ فِی مِثْلِ ذٰلِکَ: حَدَّثَنِی فُلَان عَنْ فُلَان۔ ایسی جگہ حدیث بیان کرنا درست بات نہیں ہے۔

۳۔ منقول ہے کہ جب بعض ائمہ تابعین کو دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں پہنچتیں، تو کہا کرتے: مَا نَجْهَلُ هٰذَا وَلٰكِنْ مَضَى الْعَمَلُ عَلى غَيْرِه۔ یعنی: ہمیں یہ حدیث معلوم ہے، لیکن عمل اس (حدیث) کے خلاف پر گزر چکا۔

ضروری وضاحت:

یہ ضروری ہے کہ مذکورہ اقوال کا وہ معنی و مفہوم بیان کیا جائے، جس سے کسی کم نظر کو ائمہ مجتہدین پر طعن و تشنیع کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ مقالہ نگار کی رائے میں پہلے دو اقوال کا معنی یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے آخری ایام شہر مدینہ میں گزارے اور وہاں کے مسلمانوں نے آپ ﷺ کے عمل کو بہت قریب سے دیکھا، اپنایا اور روایت کیا۔ پس اگر کوئی حدیث یا احادیث بظاہر اہلِ مدینہ کی معمول بہا احادیث کے مخالف ہوں، تو امام مالک کی رائے یہ ہے کہ اُنہی احادیث پر عمل کیا جائے گا، جن پر اہلِ مدینہ کا عمل رہا ہے، آپ کے پیروکاروں کا قول اسی کی گویا وضاحت ہے کہ پھر ایسی صورت میں کوئی دوسری حدیث بیان کرنا درست نہیں ہو گا۔ یہاں 'العمل' پر الف لام عہدِ ذہنی کے لیے ہے، یعنی: ہر عمل نہیں، بلکہ اہلِ مدینہ کی روایت سے ثابت عمل، واللہ تعالیٰ اعلم۔ حاشا وکلا! یہ ہر گز مراد نہیں کہ اگر کوئی عمل خلافِ شرع اہلِ مدینہ میں رائج ہو جائے اور احادیث اُس کے خلاف ہوں، تو اِن کے بجائے، نعوذ باللہ من ذلک، اُسی عمل کو حجت مانا جائے گا۔

اجلہ صحابۂ کرام کا طرزِ عمل:

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ عدول ہیں، ہر صحابی براہ راست رسول اللہ ﷺ کا تربیت یافتہ ہے، اس کا درجۂ اجتہاد دوسرے سے مختلف ہو سکتا ہے۔ پھر ہر صحابی نے رسول اللہ ﷺ کے ہر ہر عمل مبارک کو ملاحظہ نہیں کیا، خواہ ہجرت سے کی زندگی ہو یا بعد کی۔ لہٰذا کسی چیز میں باہمی اختلاف ہونا بدیہی ہے۔ ہم یہاں ذیل میں پہلے اُن احادیثِ صحیحہ میں سے چند کو ذکر کرتے ہیں، جن پر بعض اجلہ صحابۂ کرام نے مختلف اسباب و وجوہ کے سبب عمل نہیں کیا۔

مثال ۱ :عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ! رُبَّمَا نَمْكُثُ الشَّهْرَ وَالشَّهْرَيْنِ وَلَا نَجِدُ الْمَاءَ، فَقَالَ عُمَرُ: أَمَّا أَنَا فَإِذَا لَمْ أَجِدِ الْمَاءَ لَمْ أَكُنْ لِأُصَلِّيَ حَتَّى أَجِدَ الْمَاءَ، فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ: أَتَذْكُرُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَيْثُ كُنْتَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا وَنَحْنُ نَرْعَى الْإِبِلَ، فَتَعْلَمُ أَنَّا أَجْنَبْنَا- قَالَ :نَعَمْ- أَمَّا أَنَا فَتَمَرَّغْتُ فِي التُّرَابِ، فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ: إِنْ كَانَ الصَّعِيدُ لَكَافِيكَ وَضَرَبَ بِكَفَّيْهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَبَعْضَ ذِرَاعَيْهِ-فَقَالَ :اتَّقِ اللهَ يَا عَمَّارُ! فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ !إِنْ شِئْتَ لَمْ أَذْكُرْهُ -قَالَ: لَا، وَلَكِنْ نُوَلِّيكَ مِنْ ذَلِكَ مَا تَوَلَّيْتَ-[16]

"عبد الرحمن بن ابزی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے پاس تھے، کہ ایک شخص آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ہم ایک ایک ماہ اور بعض اوقات دو دو ماہ بغیر پانی کے گزارا کرتے ہیں، حضرت عمر نے فرمایا: جہاں تک میرا عمل ہے، تو اگر مجھے پانی نہ ملے تو میں نماز نہیں پڑھتا، جب تک پانی نہ مل جائے۔ اس پر حضرت عمار بن یاسر نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو یاد ہے کہ جب آپ فلاں فلاں مقام پر تھے اور ہم اُس وقت اُونٹ چرا یا رہے تھے، آپ جانتے ہیں ہم جنبی ہو گئے تھے؟ حضرت عمر نے کہا: ہاں یاد ہے، کہا: میں تو مٹی میں لوٹ لیا تھا، پس جب ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور یہ معاملہ عرض کیا، تو آپ ﷺ مسکرا دیے تھے اور فرمایا تھا: تمہیں پاک مٹی کافی تھی اور اپنے دونوں ہتھیلیوں کو مٹی پر مارا پھر ان میں پھونک ماری پھر اپنے چہرے اور کہنیوں کے کچھ حصہ کا مسح کیا۔ اس پر حضرت عمر نے کہا: اے عمار! اللہ سے ڈرو۔ وہ بولے: اے امیر المؤمنین: اگر آپ چاہیں تو میں اسے کبھی ذکر نہیں کروں گا، آپ نے کہا: نہیں، بلکہ ہم تمہیں اس سے اُسی طرح پھیر دیں گے جہاں تم تھے۔"

شارحین نے اس کی شرح میں بہت کچھ لکھا ہے، تاہم اس سے یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل نہیں کیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مثال۲: عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ الْأَعْظَمِ، وَمَعَنَا الشَّعْبِيُّ، فَحَدَّثَ الشَّعْبِيُّ بِحَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً، ثُمَّ أَخَذَ الْأَسْوَدُ كَفًّا مِنْ حَصًى، فَحَصَبَهُ بِهِ، فَقَالَ: وَيْلَكَ تُحَدِّثُ بِمِثْلِ هَذَا، قَالَ عُمَرُ: لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ، لَا نَدْرِي لَعَلَّهَا حَفِظَتْ، أَوْ نَسِيَتْ، لَهَا السُّكْنَى وَالنَّفَقَةُ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ)۔ (17)

ابو اسحق سے روایت ہے کہ میں اسود بن یزید کے ساتھ ایک جامع مسجد میں بیٹھا تھا، ہمارے ساتھ شعبی بھی تھے۔ شعبی نے فاطمہ بن قیس والی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے لیے سکنیٰ اور نفقہ کا حکم نہیں دیا تھا۔ پھر اسود نے ہاتھ میں کچھ کنکریاں اُٹھائیں اور اُن کی پھینک کر کہا: افسوس! اس طرح کی حدیث بیان کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا تھا: ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کو ایک ایسی عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے، جس کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ آیا اسے یاد بھی ہے یا نہیں، اس کے لیے سُکنیٰ بھی ہے اور نفقہ بھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عدت میں انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں، الآیۃ۔

امام ابو نعیم اصبہانی نے اپنی 'المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم' میں یہ زائد روایت کیا ہے:

"فَقَالَ: لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللهِ وسنة نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ إِنْ جَاءَتْ بِشَاهِدَيْنِ أَنَّهُ سَمِعَاهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَّا لَمْ نَدَعْه قَالَ الله: لَا تخرجوهن من بُيُوتِهِنَّ، الْآيَةَ۔" (18)

"آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے، اگر وہ دو ایسے گواہ لے آئے جو یہ گواہی دیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سُنا ہے تو ٹھیک، ورنہ ہم اس کو نہیں چھوڑیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو۔۔۔الآیۃ۔"

یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت قیس کی روایت کو مرجوح ٹھہرایا اور دلیل میں یہ فرمایا کہ معلوم نہیں انھیں پوری بات یاد بھی ہے یا نہیں۔ چونکہ یہ ایک امرِ دینی ہے، لہٰذا اُن کی تنہا گواہی کافی نہیں، البتہ اگر وہ ایسے دو گواہ پیش کریں، جو یہ گواہی دیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سُنا تھا، تو ٹھیک ہے ہم عمل کریں گے، وگرنہ حکم وہی رہے گا، جو کتاب اللہ اور سنت میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مثال ۳: اُم المؤ منین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے مذکورہ حدیثِ فاطمہ کے بارے میں فرمایا: مَا لِفَاطِمَةَ أَلاَّ تَتَّقِيَ اللهَ، يَعْنِي: فِي قَوْلِهَا: لَا سُكْنَى وَلاَ نَفَقَة۔ فاطمہ کو کیا ہوا ہے کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتی۔ یعنی: اپنے اس قول میں کہ نہ سُکنیٰ ہے اور نہ نفقہ۔ امام بخاری وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔[19]

امام طحاوی 'شرح معانی الآثار' میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

''فَهٰذِهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمْ تَرَ الْعَمَلَ بِحَدِيثِ فَاطِمَة أَيْضًا۔''[20]

''یہ اُم المؤ منین سیدہ عائشہ ہیں، یہ بھی حدیثِ فاطمہ پر عمل کی قائل نہیں۔''

مثال ۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ وَلَوْ مِنْ ثَوْرِ أَقِطٍ۔''[21]

''جس چیز کو آگ نے چھوا، اُس سے وضو لازم ہے، اگرچہ پنیر کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔''

چنانچہ کُتبِ حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر عمل نہ کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الدُّهْنِ؟ أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الحَمِيمِ؟''[22]

''کیا ہم تیل کی وجہ سے وضو کریں گے؟، کیا ہم گرم پانی کی وجہ سے وضو کریں گے؟''

اس پر حضرت ابو ہریرہ نے اُن سے کہا: بھتیجے! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کوئی حدیث سُنو، تو اس طرح کی مثالیں نہ دیا کرو۔

صحیح حدیث اور امام مجتہد کا طرزِ عمل:

اب ہم اُن اسباب ووجوہ کو ذکر کرتے ہیں جن کے سبب کوئی امام مجتہد کسی صحیح حدیث پر عمل نہیں کرتا، علماء اُصولیین نے اپنی کُتب میں انہیں تفصیل سے ذکر کیا ہے، ہم ذیل میں اِن میں سے چند کو مثالوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

ا۔ وہ حدیث متواتر نہیں ہوتی اور اُس سے قرآنِ کریم کا نسخ لازم آتا ہے۔

مثال: ''لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ''[23] وغیرہ جیسی احادیث۔

علماء کرام کے درمیان یہ اختلاف رہا ہے کہ آیا نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سُنت؟ احناف کے نزدیک اس کا پڑھنا فرض نہیں، بلکہ واجب ہے، کیونکہ قرآن کریم میں قراءت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم مطلق ہے، جس کا نسخ نہ ہو گا مگر متواتر حدیث سے، ارشاد ہوتا ہے:

''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ''[24]

''اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اُتنا پڑھو۔''

چنانچہ محقق علی الاطلاق کمال الدین بن الہمام حنفی 'فتح القدیر' میں سورۂ فاتحہ کی فرضیت میں وارد احادیث کی فنی حیثیت پر کلام کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''وبه لا يثبت الركن لأن لازمه نسخ الإطلاق بخبر الواحد، وهو يستلزم تقديم الظنى على القاطع وهو لا يحل فيثبت به الوجوب فيأثم بترک الفاتحة ولا تفسد.''(25)

''اس سے رُکنیت (فرضیت) ثابت نہیں ہو گی، کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ خبرِ واحد سے مطلق کا نسخ ہو اور یہ قطعی پر ظنی کی تقدیم کو لازم کرتا ہے، جو جائز نہیں، لہٰذا اس سے (سورۂ فاتحہ کا) وجوب ثابت ہو گا، پس نمازی فاتحہ کے ترک سے گناہ گار ہو گا، البتہ نماز فاسد نہ ہو گی۔''

۲۔وہ حدیث احاد ہوتی ہے اور قرآن کریم پر زیادتی کی موجب۔

مثال: پانی میں اصل طہارت ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

''وَهُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا.''(26)

''اور وہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں اپنی رحمت کے آگے مژدہ سناتی ہوئی اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا۔''

علماء فرماتے ہیں کہ جب اس میں کوئی نجس چیز مل کر غالب ہو جائے، تو اب یہ حکمِ طہارت باقی نہیں رہے گا۔ امام مالک اپنی موطأ میں، امام عبد الرزاق اور امام ابن ابی شیبہ اپنی اپنی مصنفوں میں، امام دار قطنی اپنی سنن میں اور امام بیہقی سنن کبریٰ میں روایت کرتے ہیں:

''أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ فِی رَکْبٍ فِیهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتَّی وَرَدُوا حَوْضاً- فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ لِصَاحِبِ الْحَوْضِ: یَا صَاحِبَ الْحَوْضِ! هَلْ تَرِدُ حَوْضَکَ السِّبَاعُ؟ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :یَا صَاحِبَ الْحَوْضِ! لاَ تُخْبِرْنَا فَإِنَّا نَرِدُ عَلَی السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَیْنَا.''(27)

''امیر المؤمنین عمر بن خطاب ایک دن ایک جماعت کے ہمراہ نکلے، اس میں حضرت عمرو بن العاص بھی تھے، یہ لوگ ایک حوض پر پہنچے، تو حضرت عمرو بن العاص نے حوض والے سے پوچھا: کیا تمہارے حوض پر درندے آتے ہیں؟ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: اے شخص! ہمیں کچھ نہ بتا، اس لیے کہ ہم درندوں کے جانے کے بعد آتے ہیں اور وہ ہمارے بعد آتے ہیں۔''

'کشف الاسرار شرح اُصول البزدوی' میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا:

''فلولا أن خبره عدّ خيراً ما نهاه عن ذلک وعمرو بن العاص بالسؤال قصد الأخذ بالاحتياط، وقد كرهه عمر رضى الله عنهما لوجود دليل الطهارة باعتبار الأصل فعرفنا أنّه ما بقى هذا الدليل لا حاجة إلى احتياط آخر.''(28)

"اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس خبر کو خیر جانتے، تو اُسے خبر دینے سے ہرگز منع نہ کرتے۔ حضرت عمرو بن العاص کا پوچھنا، احتیاط کی وجہ سے تھا، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصل کا اعتبار کرتے ہوئے اسے ناپسند کیا، کیونکہ دلیلِ طہارت موجود تھی، پس ہمیں معلوم ہوا کہ جب تک یہ دلیل باقی رہے گی، کسی دوسری احتیاط کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

مختصر یہ کہ اگر اس حدیث کے موافق حضرت عمرو بن العاص کے عمل کو اپنایا جائے، تو یہ کتاب اللہ پر زیادتی کا موجب ہوگا۔ لہٰذا فقہاء کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ اس طرح کے حوض کا پانی اپنے اصل حکم یعنی: طہارت پر ہی رہے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۔ تعاملِ اُمت نے اُس حدیث کے خلاف راہ دی ہوتی ہے۔

مثال: جیسے حدیثِ مخابرہ۔ امام نسائی اپنی 'سنن' میں عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں:

"قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: كُنَّا نُخَابِرُ وَلَا نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا، حَتَّى زَعَمَ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُخَابَرَةِ."[29]

"انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سُنا: ہم مخابرہ کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے، یہاں تک کہ رافع بن خدیج نے گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے۔"

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے:

"قال: سمعت ابن عمر، يقول: كنا نخابر ولا نرى بذلك بأسا، حتى سمعنا رافع بن خديج، يقول: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عنه، فتركناه لقوله."[30]

"انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سُنا: ہم مخابرہ کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے، یہاں تک کہ ہم نے رافع بن خدیج کو یہ کہتے سُنا کہ رسول اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے، پس ہم نے اسے ترک کر دیا۔"

کشف الاسرار شرح اُصول البزدوی میں ہے:

"فإنهم عملوا به فيما يعمّ به البلوى مثل ما روى عن ابن عمر رضى الله عنهما أنه قال: كنا نخابر أربعين سنة حتى روى لنا رافع بن خديج أنّ النبى عليه السلام نهى عن ذلك فانتهينا۔"[31]

”علماء نے اس پر عمومِ بلویٰ کی وجہ سے عمل کیا، جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم چالیس سال تک مخابرہ کرتے رہے، یہاں تک کہ رافع بن خدیج نے ہم سے یہ روایت بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، پس ہم نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔“

چالیس سال تک اُن کا اس پر عمل کرتے رہنا، عمومِ بلویٰ کی وجہ سے تھا، معلوم ہوا کہ عمومِ بلویٰ کی وجہ سے بھی کبھی صحیح حدیث پر عمل متروک ہو جاتا ہے۔

۴۔ حدیث کے حکم کی بنا حالِ عصر یا عرفِ مصر تھا، کہ یہاں یا اب منقطع و منتہی ہے۔

مثال: جیسے صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَا تَمْنَعُوا إِمَاء اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ.“ (32)

”اللہ کی بندیوں (عورتوں) کو مساجد جانے سے نہ روکو۔“

چنانچہ زمانۂ اقدس میں صحابیات بلا خوف وخطر نماز باجماعت کے لیے مساجد جایا کرتی تھیں، بلکہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب کی ایک زوجہ، جن کا نام عاتکہ بنت زید ہے، کے بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے:

”كانت امرأة لعمر-اسمها: عاتكة بنت زيد بن عمرو بن نفيل أخت سعيد بن زيد – تشهد صلاة الصبح والعشاء فى الجماعة فى المسجد، فقيل لها : لم تخرجين وقد تعلمين أن عمر يكره ذلک ويغار؟ قالت: وما يمنعه أن ينهانى؟ قال :يمنعه قول رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تمنعوا إماء الله مساجد الله.“ (33)

”حضرت عمر کی ایک زوجہ) جن کا نام عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل تھا، یہ حضرت سعید بن زید کی ہمشیرہ تھیں (فجر وعشاء کی نماز باجماعت پڑھنے کے لیے مسجد آیا کرتی تھیں، اُن سے کہا گیا: مسجد کیوں آتی ہو حالانکہ جانتی ہو کہ عمر اس ناپسند کرتے ہیں اور غیرت کھاتے ہیں؟ جواب دیا: اُنھیں کیا چیز مجھے منع کرنے سے روکتی ہے؟ سائل نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان روکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو مساجد جانے سے نہ روکو۔“

جبکہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت ہے، جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے، آپ نے فرمایا:

”لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِى إِسْرَائِيلَ، قَالَ: فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ :أَنِسَاءُ بَنِى إِسْرَائِيلَ مُنِعْنَ الْمَسْجِدَ؟ قَالَتْ :نَعَمْ.“ (34)

"اگر رسول اللہ ﷺ اِن عورتوں کا وہ حال مشاہدہ کرتے، جو ہم نے کیا، تو ضرور اُنھیں مسجد سے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔ راویِ حدیث یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں عمرۃ بنت عبد الرحمن سے پوچھا: کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد آنے سے منع کر دیا گیا تھا؟ انھوں نے کہا: ہاں۔"

علماء فرماتے ہیں کہ حدیث میں مسجد میں آنے کا حکم اُس زمانہ کے حال کے مطابق تھا، جب ہر طرف امن وامان تھا، خواتین بلا خوف وخطر مساجد میں صبح وشام حاضر ہو جایا کرتی تھیں، تاہم مرورِ وقت کے ساتھ فتنہ وفساد بڑھتا گیا اور شریروں نے مسلمان خواتین کو تنگ کرنا شروع کر دیا، نیز خواتین میں بھی کچھ ایسی باتیں پائی جانے لگیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کو یہ کہنا پڑا۔ لہٰذا بالآخر عورتوں کے لیے مطلقاً ممانعت کا فتویٰ دیا گیا۔ ہمارے زمانے کا حال سب پر روشن ہے، لہٰذا موقع ومحل اور فرد کے اعتبار سے حکمتِ علمی اختیار کی جائے، واللہ المستعان۔

۵۔ حدیث پر عمل شدید تنگی اور دین میں حرج کی طرف داعی ہے۔

مثال: جیسا کہ حدیثِ شبہات، جسے صحاح ستہ وغیرہ کُتبِ حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَالْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ فِيهِ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَاقَعَهَا وَاقَعَ الْحَرَامَ كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَا حَرَّمَ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْإِنْسَانِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ."[35]

"بے شک حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں، جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جو شبہات سے بچے، وہ اپنے دین اور آبرو کو بچالے گا اور جو ان میں پڑ جائے، وہ حرام میں پڑ جائے گا، اُس چرواہے کہ طرح جو چراگاہ کے گرد ریوڑ چراتا ہے، قریب ہے کہ ریوڑ اُس میں چرنے لگے، آگاہ رہو! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور اللہ کی چراگاہیں اُس کی حرام کردہ چیزیں ہیں، آگاہ رہو! انسان میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے، جب وہ صحیح ہو تو پورا جسم صحیح رہتا ہے اور جب اُس میں فساد آجائے تو پورا جسم فساد کا شکار ہو جاتا ہے، آگاہ رہو وہ دل ہے۔"

آج کا دور فتنوں کا دور ہے، ان فتنوں میں ایک بڑا فتنہ شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے، عقائد ہوں، عبادات ہوں، یا معاملات واخلاقیات، ہر ایک میں کہیں نا کہیں شک وشبہ پیدا کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، بر سبیلِ تذکرہ آج کے دور میں کیا کھائیں اور کیا پئیں؟ آئے دن میڈیا کی شہ سرخیوں میں کھانے پینے کی اشیا میں ملاوٹ نشر ہونے کی وجہ سے ایک عام آدمی یہ ضرور سوچنے پر مجبور ہے کہ آخر وہ کیا کھائے یا کیا پیئے؟ اگر آج شبہات کی وجہ سے کھانے پینے کی اشیا کا

استعمال بند کر دیا جائے، تو یقیناً شدید تنگی اور دین میں حرج کا باعث ہو جائے گا، یہی وجہ ہے کہ علماء فرماتے ہیں کہ ہمارا زمانہ شبہات کا ہے، انسان کو چاہیے کہ اپنے آنکھوں دیکھے حرام سے بچے۔[36]

اب حدیث پر عمل سے فتنہ وفساد ناشی ہے۔

مثال: جیسے غیر شادی شدہ زنا کرنے والے کو سو کوڑے مارنے کے بعد ایک سال کے لیے ملک بدر کرنا۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

”قَضَی رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فِیمَنْ زَنَی وَلَمْ یُحْصِنْ جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِیب عَامٍ۔“[37]

”رسول اللہ ﷺ نے غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑوں اور ایک سال کی ملک بدری کا فیصلہ فرمایا“

امام بزدوی حنفی یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”ولم یعمل علماؤنا به؛ لأن عمر رضی الله عنه نفی رجلاً فلحق بالروم مرتداً، فحلف وقال: والله لا أنفی أحداً أبداً۔ فلو کان النفی حداً لما حلف؛ لأنّ الحد لا یترک بالارتداد فعرفنا أنّ ذلک کان بطریق السیاسة والمصلحة.“ [38]

”اور ہمارے علماء نے اس (ملک بدر کرنے (پر عمل نہیں کیا، کیونکہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ملک بدر کیا تھا، تو وہ مرتد ہو کر اہلِ روم سے جاملا، جب آپ کو علم ہوا تو کہا: اللہ کی قسم! اب میں کسی کو ملک بدر نہیں کروں گا۔ امام بزدوی مزید لکھتے ہیں کہ اگر ملک بدر کرنا حد ہوتی، تو سیدنا عمر کبھی حلف نہیں اُٹھاتے، اس لیے کہ حد کو ارتداد کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاتا، اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ مصلحت وسیاست کی وجہ سے تھا۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷۔ حدیث کا منشاء کوئی امر عادی یا عارضی ہوتا ہے۔

مثال: امر عادی سے متعلق علماء نے اس حدیث کو لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد کچھ دیر آرام فرمایا کرتے اور جلسۂ استراحت فرمایا کرتے تھے۔[39]

امرِ عارضی کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تو ثنیۂ کُداء سے داخل ہوتے اور جب باہر تشریف لے جاتے، تو ثنیۂ کَدا سے تشریف لے جاتے، اسی طرح آپ ﷺ کا سوار ہو کر حج ادا کرنا وغیرہ۔[40]

۸۔ حدیث پر عمل کا باعث کوئی حاجتِ خاصہ تھی نہ کہ تشریع دائمی۔

مثال: حدیث میں ہے۔

”کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْأُوْلَیَیْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ یُطَوِّلُ فِی الأُوْلَی وَیُقَصِّرُ فِی الثَّانِیَةِ وَیُسَمِّعُ الآیَةَ أَحْیَانًا۔“[41]

”نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے، پہلی کو طویل کرتے اور دوسری کو قصر اور کبھی کبھار آیت سُناتے تھے۔“ الخ

یعنی کبھی کبھار ذرا بلند آواز سے آیت پڑھتے کہ مقتدی سُن بھی لیا کرتے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ ظہر میں جہری قراءت نہیں کی جاتی، چنانچہ معلوم ہوا کہ ایسا کرنا تشریع کے لیے نہ تھا بلکہ کوئی اور حاجت تھی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسی طرح امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے، چنانچہ امام طحاوی حنفی روایت کرتے ہیں:

”عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فَقَرَأَ بِالْأَحْزَابِ فَسَمِعْتُ قُنُوتَهُ وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ۔“[42]

”حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی، آپ نے اس میں سورۂ احزاب پڑھی، پھر میں نے آپ کا دعائے قنوت پڑھنا سُنا حالانکہ میں آخری صف میں تھا۔“

اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ عموماً فجر میں قنوت نہیں پڑھی جاتی۔ معلوم ہوا کہ یہ کسی حاجت کے لیے تھا نہ کہ تشریع کے لیے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۔ حدیث محض کوئی خبر ہوتی ہے نہ کہ کوئی شرعی حکم۔

مثال: جیسے یہ

حدیث: عَنْ أَبِي جُرَيٍّ الْهُجَيْمِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ :لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتَى۔[43]

”حضرت ابو جُری ہجیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! علیک السلام، فرمایا: علیک السلام نہ کہو کہ بے شک یہ مُردوں کا سلام ہے۔“

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں مقصود مجرد اخبار ہے نہ کہ حکمِ شرعی ہے۔[44]

۱۰۔ حدیث مفسر کی راوی صحابی نے مخالفت کی ہوتی ہے۔

مثال: جیسے اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث:

”قَالَ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّمَا امْرَأَةٍ نكحتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ثَلَاثًا۔“[45]

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے، تو اُس کا نکاح باطل ہے، یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔

علماء فرماتے ہیں کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد اپنی بھتیجی کا نکاح اُس کے ولی کی اجازت کے بغیر کرا دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کو مذکورہ حدیث کے نسخ ہونے کا معلوم ہو گیا تھا، چنانچہ "کشف الاسرار شرح المنار" میں ہے:

"والمروی عنه إذا أنكر الرواية أو عمل بخلافه بعد الرواية مماهو خلاف بيقين يسقط العمل به۔"(46)

"راوی اگر روایت کا انکار کرے یا روایت کرنے کے بعد کسی چیز پر عمل کرے، جس سے روایت کا خلاف یقینی ہوتا ہو، تو اُس پر عمل متروک ہو جاتا ہے۔"

پھر کچھ صفحات کے بعد اس کی مثال میں یہی مذکورہ حدیث ذکر کی اور لکھا:

ثم إنها زوجت بنت أخيها عبد الرحمن بن أبي بكر بغير إذنه فعملها بخلاف الحديث يبين النسخ."(47)

"پھر آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر کی بیٹی کا نکاح اُن کی اجازت کے بغیر کرا دیا تھا، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہا کا حدیث کے خلاف عمل نسخ کا بتاتا ہے، تلک عشرۃ کاملۃ۔"

خلاصۂ کلام:

مذکورہ بالا سطور سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ عمل صحتِ حدیث پر متفرع نہیں ہوتا۔ احکام کے باب میں مروی بعض احادیثِ صحیحہ اجلہ صحابۂ کرام کے نزدیک بھی مؤول، منسوخ یا مرجوح تھیں۔ ائمہ مجتہدین پر ترکِ حدیث کا الزام درست نہیں رہتا۔ کہ وہ اُن اسباب ووجوہ کو ہم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ جن کی وجہ سے احادیثِ صحیحہ پر عمل نہیں کیا جاتا یا نہیں کیا گیا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

☆☆☆☆☆

﴿حوالہ جات حواشی﴾

1. سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، (1415ھ)۔ تدریب الراوی بشرح تقریب النواوی، ریاض، مکتبۃ الکوثر، ج:1، ص:45-46
2. حنفی، امام احمد رضا خان، (1425ھ)۔ فتاویٰ رضویہ، لاہور، رضا فاؤنڈیشن، ج:27، ص:64
3. فيروزآبادی، محمد بن يعقوب، (1426ھ)۔القاموس المحيط، بيروت، مؤسسة الرسالة، باب الثاء، فصل الحاء، ج:1، ص:167

4. سخاوی، شمس الدین، محمد بن عبد الرحمن،(1424ھ).فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث،قاھرہ، مکتبة السنة، ج:1، ص:22

5. سیوطی، تدریب الراوی، ج:1،ص:29

6. (i)پرہاروی، علامہ عبد العزیز بن احمد، کوثر النبی وزلال حوضہ الروی، مخطوط، ص:2

(ii)تدریب الراوی فی تقریب النواوی، ج:1، ص:29،

(iii)عسقلانی،حافظ احمد بن علی بن حجر (1432ھ)-نزھة النظر فی توضیح نخبة الفکر، مکتبة البشری کراتشی، ص: 36

7. (i)سیوطی، تدریب الراوی، ج:1، ص:29

(ii)عبد الحق، شیخ،(۱۳۹۰ھ)۔ مقدمہ لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، مقدمۃ الکتاب،لاہور، مکتبۃ المعارف العلمیہ، ج1، ص:22

8. حنفی، امام احمد ارضا خان،(1427ھ)۔ فتاویٰ رضویہ،لاہور،رضا فاؤنڈیشن، ج:1، ص:314۔315

9. ضوی، مولانا محمد حنیف خان،(1424ھ)۔جامع الاحادیث،لاہور،شبیر برادرز،ج:1، ص:187

10. سیوطی، تدریب الراوی' ج:1، ص:27

11. گھالوی، محمد انور، (2011ء)۔ضیاء علم الحدیث، کراچی،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،ج:2، ص:20۔21

12. مقدمہ لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج:1، ص:26

13. شہرزوری، امام ابن الصلاح، (1426ھ)۔مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث،بیروت، دار الکتاب العربی،ص:13

14. حنفی، امام احمد رضا خان،(1414ھ)۔فتاویٰ رضویہ،لاہور،رضا فاؤنڈیشن، ج:5، ص:437

نیز ملاحظہ ہو:قسطلانی،شہاب الدین،(1421ھ)۔ارشاد الساری، دار الفکر بیروت،ج:1،ص:46۔50

15. دہلوی، میاں نذیر حسین،(س۔ن)۔معیار الحق، لاہور، مکتبہ نذیریہ، ص:151

16. حنفی، فتاویٰ رضویہ،لاہور،ج:27، ص:70۔74

17. ابن حاج، مالکی، محمد بن محمد عبدری فاسی،(س۔ن)۔المدخل لابن الحاج، فصل فی ذکر الصلوۃ علی المیت فی المسجد، بیروت،دار الکتاب العربی ،ج:2، ص:289

18. قشیری، مسلم بن حجاج، امام، (1419) صحیح مسلم،ریاض،دار المغنی، کتاب الحیض، باب التیمم، ص:197، رقم:112

19. ونسائی، احمد بن شعیب، امام،(1417)۔سنن النسائی، ریاض، مکتبۃ المعارف، کتاب الطہارۃ، باب الاختلاف فی نوع التیمم، ص:57، رقم:316

20. صحیح مسلم، کتاب الطلاق باب المطلقة البائن لا نفقة لہا، ص:485، رقم:1480
21. دارقطنی، علی بن عمر، ابو الحسین،(1424ھ)۔سنن الدارقطنی،بیروت،مؤسسة الرسالة،ج:5، ص:45، رقم:4960
22. اصبہانی، احمد بن عبد اللہ، ابو نعیم،(1417ھ)۔المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، بیروت، دار الکتب العلمی، ج:4، ص:168، رقم:3504
23. بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، امام،(1423ھ)۔ صحیح البخاری، دمشق، دار ابن کثیر، کتاب الطلاق، باب قصة فاطمہ بنت قیس، ص:1357، رقم:5323
24. طحاوی، احمد بن محمد ازدی، ابو جعفر،(1414ھ)۔ شرح معانی الآثار، عالم الکتب، کتاب الطلاق، باب المطلقة طلاقا بائناً۔ الخ، ج:3، ص:29، رقم:4529
25. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام،(1417ھ)۔سنن الترمذی، ریاض، مکتبة المعارف، ابواب الطہارة باب الوضوء مما غیرت النار، ص:29، رقم:79
26. سنن الترمذی، ص:29، رقم:79
27. سجستانی، سلیمان بن اشعث، ابو داود،(1424ھ)۔سنن ابو داود، ریاض، مکتبة المعارف، کتاب الصلاة، باب من ترک القراءة فی صلاته، ص:144، رقم:820، وسنن الترمذی، ص:71، رقم:247
28. ابن الہمام، محمد بن عبد الواحد، کمال الدین،(س۔ن)۔ دار الفکر، بیروت، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج:1، ص:293۔294۔
29. اصبحی، مالک بن انس، امام، (1425ھ)۔الموطأ، مؤسسة زاید بن سلطان، ابو ظبی، ج:2، ص:31، رقم:62
30. (i)صنعانی، عبد الرزاق بن ہمام، ابو بکر،(1403ھ)۔المصنف، بیروت، المکتب الاسلامی، کتاب الطہارة، باب الماء ترده الکلاب والسباع، ج:1، ص:76، رقم:250
(ii)سنن دارقطنی، کتاب الطہارة، باب الماء المتغیر، ج:1، ص:38، رقم:62
31. بخاری، عبد العزیز بن احمد، علاء الدین،(س۔ن)۔ کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، دار الکتاب الاسلامی، بیروت، باب بیان قسم الانقطاع، ج:3، ص:21
32. سنن النسائی، کتاب المزارعة، ص:602، رقم:3917
33. قزوینی، محمد بن یزید، ابو عبد اللہ،(س۔ن)۔ سنن ابن ماجہ، بیروت، دار احیاء الکتب العربیة، ج:2، ص:819
34. کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، باب بیان قسم الانقطاع، ج:3، ص:17
35. صحیح البخاری، کتاب الجمعہ، ص:218، رقم:900

36. عینی، محمد بن احمد ابو محمد، بدر الدین،(س-ن)۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت، کتاب مواقیت الصلاۃ، ج:6، ص:194- 195

37. (i) صحیح البخاری، کتاب الاذان، ص:211، رقم:269 ۔

(ii)وصحیح مسلم، باب خروج النساء الی المساجد۔۔الخ، ص:234، رقم:445

38. صحیح البخاری، کتاب الایمان، ص:23،الرقم:52

39. حموی، احمد بن محمد ابو العباس،(1405ھ). غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ الفن الثانی، الفوائد، کتاب الحظر والاباحۃ، ج:3، ص:233۔

40. صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب البکران یجلدان وینفیان،ص:1691، الرقم:6831

41. کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، باب الطعن یلحق الحدیث من قبل غیر راویہ، ج:3، ص:66

42. (i)ابن عابدین حنفی، محمد امین بن عمر، (س-ن)- رد المحتار علی الدر المختار، بیروت ، دار الفکر،کتاب الصلاۃ، مبحث مھم فی الکلام علی الضجعۃ بعد سنۃ الفجر، ج:4، ص:286

(ii)وشیخی زادہ، عبد الرحمن بن محمد، افندی، (س-ن)- مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، بیروت، دار احیاء التراث العربی، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج:1، ص:150

43. زرکشی، بدر الدین محمد بن عبد اللہ، (1414ھ)۔البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیۃ، ج:6، ص:26

44. (i) صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب القراءۃ فی الظھر، ص:187، الرقم:759

(ii)المحیط، کتاب الصلاۃ، الفصل الثالث عشر فی التراویح والوتر، ج:2، ص:23-22،

(iii)والفصل السابع عشر فی سجود السھو، ج:2، ص:58

45. شرح معانی الآثار،کتاب الصلاۃ، باب القنوت فی صلاۃ الفجر وغیرھا، ج:1، ص:324، الرقم:1479

46. سنن ابو داود، کتاب الادب، باب الکراھیۃ ان یقول: علیک السلام، ص:641، رقم:5209

47. فتاویٰ رضویہ، ج:27، ص:66

48. (i)سنن ابو داود، کتاب ا لنکاح، باب فی الولی، ص:605، الرقم:2083۔

(ii)وسنن ابن ماجۃ، کتاب النکاح، باب لا نکاح الا بولی، ص:650، الرقم:1879

(iii)سنن الترمذی، کتاب النکاح، ص:260، الرقم:1102

49. نسفی، عبد اللہ بن احمد، ابو البرکات،(دون سنۃ الطبع)- کشف الاسرار شرح المنار، بیروت ، دار الکتب العلمیۃ، باب اقسام السنۃ، فصل فی الطعن الذی یلحق الحدیث، ج:2، ص:75

50. نسفی، کشف الاسرار شرح المنار، باب اقسام السنۃ، فصل فی الطعن الذی یلحق الحدیث، ج:2، ص:79

مصادر و مراجع

القرآن
ابن الہمام، محمد بن عبد الواحد، کمال الدین، (س۔ن). بیروت، دار الفکر
اصبحی، مالک بن انس، (1425ھ). الموطأ، مؤسسۃ زاید بن سلطان، ابو ظبی
اصبہانی، احمد بن عبد اللہ، ابو نعیم، (1417ھ). المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، بیروت، دار الکتب العلمی
بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، امام، (1423ھ). صحیح البخاری، دمشق، دار ابن کثیر
پرہاروی، علامہ عبد العزیز بن احمد، (س.ن). کوثر النبی وزلال حوضہ الروی، مخطوط
ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، (1417ھ). سنن الترمذی، ریاض، مکتبۃ المعارف
حموی، احمد بن محمد ابو العباس، (1405ھ). غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الکتب العلمیۃ
حنفی، امام احمد رضا خان، (1427ھ). فتاویٰ رضویہ، لاہور، رضا فاؤنڈیشن
دار قطنی، علی بن عمر، ابو الحسین، (1424ھ). سنن الدار قطنی، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ
الدمشقی، محمد امین بن عمر ابن عابدین، (س۔ن). رد المحتار علی الدر المختار، بیروت، دار الفکر
دہلوی، شیخ عبد الحق، (1390ھ). مقدمہ لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، لاہور، مکتبۃ المعارف العلمیہ
دہلوی، میاں نذیر حسین، (س۔ن). معیار الحق، لاہور، مکتبہ نذیریہ
زرکشی، بدر الدین محمد بن عبد اللہ، (1414ھ)۔ دار الکتب العلمیۃ
سجستانی، سلیمان بن اشعث، ابو داود، (1424ھ)۔ سنن ابو داود، ریاض، مکتبۃ المعارف
سخاوی، شمس الدین، محمد بن عبد الرحمن، (1424ھ). فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، قاہرہ، مکتبۃ السنۃ
سنن النسائی، کتاب المزارعۃ، ص:602، رقم:3917
سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، (1415ھ)۔ تدریب الراوی بشرح تقریب النواوی، ریاض، مکتبۃ الکوثر
شہر زوری، امام ابن الصلاح، (1426ھ)۔ مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، بیروت، دار الکتاب العربی
شیخی زادہ، عبد الرحمن بن محمد، افندی، (س۔ن)۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، بیروت، دار احیاء التراث العربی
صنعانی، عبد الرزاق بن ہمام، ابو بکر، (1403ھ)۔ المصنف، بیروت، المکتب الاسلامی،
ضوی، مولانا محمد حنیف خان، (1424). جامع الاحادیث، لاہور شبیر برادرز
طحاوی، احمد بن محمد ازدی، ابو جعفر، (1414ھ)۔ شرح معانی الآثار، عالم الکتب

عسقلانی ، حافظ احمد بن علی بن حجر (1432ھ)-نزھة النظر فی توضیح نخبة الفکر، کراتشی، مکتبة البشری

علاء الدین، عبدالعزیز بن احمد،(س-ن). کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، بیروت، دار الکتاب الاسلامی

عینی، محمد بن احمد ابو محمد، بدر الدین،(س-ن)۔ عمدة القاری، بیروت، دار احیاء التراث العربی

فیروزآبادی، محمد بن یعقوب،(1426ھ)۔القاموس المحیط، بیروت ،مؤسسة الرسالة

قزوینی،محمد بن یزید، ابو عبد اللہ، (دون سنة الطبع)-سنن ابن ماجه، بیروت، دار احیاء الکتب العربیة

قسطلانی،شہاب الدین،(1421ھ)۔ارشاد الساری، بیروت، دار الفکر

قشیری، مسلم بن حجاج، امام، (1419) صحیح مسلم، ریاض، دار المغنی

مالکی، ابن حاج محمد بن محمد عبدری فاسی،(س-ن). المدخل لابن الحاج، بیروت، دار الکتاب العربی

گھالوی، محمد انور، (2011ء)۔ضیاء علم الحدیث، کراچی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

نسائی، احمد بن شعیب، امام،(1417)۔ سنن النسائی، ریاض، مکتبة المعارف

نسفی، عبد اللہ بن احمد، ابو البرکات،(س-ن)۔ کشف الاسرار شرح المنار، بیروت، دار الکتب العلمیة